مکرم عطاء الوحید باجوہ صاحب

رفقاء حضرت مسیح موعود اور قبولیت دعا

❁ 1907ء میں حضرت مسیح موعود نے نوجوانوں کو زندگیاں وقف کرنے کی تحریک فرمائی تو حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے بھی لبیک کہا۔ 1917ء میں جنگ عظیم اوّل کے دوران جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو انگلستان جانے کا ارشاد فرمایا تو چند عورتوں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ سمندری سفر خطرے سے خالی نہیں لوگ گیہوں کی طرح پس رہے ہیں۔ اگر حضرت مفتی صاحب کو بھی روک لیا جائے تو بہتر ہے۔ جواباً حضور نے فرمایا کہ گیہوں چکی میں پسنے کے لئے ڈالے جاتے ہیں مگر ان میں سے بھی کچھ اوپر رہ جاتے ہیں جو نہیں پستے۔ تو یہ مفتی صاحب بچے ہوئے گیہوں ہیں، پسنے والے نہیں۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحب انگلستان کے لئے بمبئی سے روانہ ہوئے تو جہاز میں ہی (دعوت الی اللہ) شروع کردی۔ تین دن کے اندر اندر ایک انگریز نے احمدیت قبول کرلی اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا اور سفر کے دوران ہی متعدد افراد نے احمدیت قبول کرلی۔ پھر ایک موقع ایسا آیا کہ کپتان نے خدشہ ظاہر کیا کہ یہ جہاز ڈوب سکتا ہے۔ اس پر جہاز میں کہرام مچ گیا تو حضرت مفتی صاحب دعا کرنے کے بعد لوگوں کو تسلیاں دیتے رہے۔ کیونکہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ انگریزی میں کہتا ہے: 'صادق یقین کرو یہ جہاز سلامت پہنچے گا'۔ چنانچہ جہاز بخیریت منزل پر پہنچا اور مفتی صاحب کو دعوت الی اللہ کا ایک اور عمدہ موقع مل گیا۔

❁ مکرم برکات احمد راجیکی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ 1942ء میں میں لاہور میں ملازم تھا۔ میرے بائیں کان میں پھوڑا نکلا اور شدید ورم اور درد کی وجہ سے میں رخصت پر قادیان آ گیا۔ دفتر والوں نے چار ماہ کی رخصت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کے سرٹیفکیٹ پر منظور کرلی۔ جب رخصت ختم ہونے میں چند دن باقی تھے اور میری طبیعت بھی بہت حد تک سنبھل چکی تھی تو دفتر کی طرف سے سول سرجن گورداسپور کو لکھا گیا کہ وہ میرا معائنہ کرکے رپورٹ کریں اور مجھے بھی ان سے جلد معائنہ کروانے کی ہدایت کی گئی۔ میری طبیعت پر یہ بوجھ تھا کہ اب صحت کافی اچھی ہوچکی ہے اگر سول سرجن نے لکھا کہ میں ڈیوٹی دینے کے قابل ہوں تو دفتر والے الزام دیں گے کہ پہلا سرٹیفکیٹ غلط تھا اور اگر اس نے کام کے ناقابل بتایا تو مخالف افسر لمبی بیماری کی وجہ سے ملازمت سے برخواست کرسکتا تھا۔ میں نے اپنی اس الجھن کو حضرت والد بزرگوار مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: میں دعا کروں گا تم کوئی فکر نہ کرو اور گورداسپور جا کر معائنہ کرا لو۔ چنانچہ میں سائیکل پر نہر کے راستہ گورداسپور روانہ ہوا۔ برسات کا موسم تھا اور آسمان پر بادل منڈلا رہے تھے۔ لیکن میں باآرام گورداسپور پہنچ گیا۔ جب معائنہ کرا کے واپس لوٹا تو رستہ میں نہر کی پٹڑی پر بارش کے آثار تھے اور بعض نشیبی جگہوں پر بارش کا پانی کھڑا تھا۔ لیکن جہاں جہاں سے میں گزر رہا تھا وہاں مطلع صاف تھا۔ اس طرح خاکسار بسہولت واپس لوٹا۔ واپسی پر حضرت والد صاحب نے بتایا کہ جب تم سائیکل پر روانہ ہوئے تو کچھ دیر بعد گھنا بادل چھا گیا اور بارش شروع ہوگئی۔ میں نے تمہاری تکلیف اور بے سروسامانی کا خیال کرکے خداتعالیٰ کے حضور التجا کی کہ بارش سے برکات احمد بچ جائے اور اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا اور تم آرام وسہولت سے واپس آگئے۔

بعد میں دفتر کی الجھن بھی دور ہوگئی۔ الحمد للہ

❁ حضرت فیض الدین صاحب نے ملک حسن محمد صاحب سمبڑیالوی کو بتایا کہ مجھے جب یہ علم ہوا کہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں تو میں نے کثرت سے اس دعا کا ورد شروع کردیا کہ ''اے خدا! میری دعا سن اور اپنے اور میرے دشمنوں کو پراگندہ کر'۔ ایک دن میں بیت الذکر میں بیٹھا تھا کہ ایک شریر ہاتھ میں ڈنڈا لئے گالیاں دیتا ہوا بیت الذکر میں گھس آیا۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہی دعا پڑھنی شروع کردی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے دائیں بائیں دونوں طرف چکر لگائے پھر کچھ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس دعا کو میں نے مخالفت کے دنوں میں بہت مؤثر پایا۔

❁ حضرت حافظ محمد حسین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڑپئی میں مخالفین صلاح مشورہ کرنے لگے کہ مرزائی چپکے سے کچی بیت میں جمعہ پڑھ لیتے ہیں اور کوئی ان کو پوچھتا تک نہیں۔ اس لئے آئندہ جمعہ سارا گاؤں کچی بیت میں ادا کرے اور پختہ بیت میں ان کو آنے نہ دیا جائے اور آخری دفعہ ان کا پورا پورا بندوبست کریں۔ چنانچہ مجھے کئی دوستوں نے کہا کہ مناسب ہے تم چند یوم کے لئے کہیں چلے جاؤ۔ میں نے کہا اگر اب کی دفعہ چلے گئے تو اگلے جمعہ کو وہ پھر ایسے ہی کریں گے۔ جوں جوں جمعہ کا دن قریب آتا جاتا تھا شور زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ جمعرات کی رات میں اکیلا دیر تک نماز پڑھتا اور دعا کرتا رہا۔ ابھی وتر باقی تھے اور سنتوں کے سلام کے لئے التحیات میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک نور کا شعلہ دور سے آتا ہوا دکھائی دیا اور پہلو کی طرف دل پر آ کر لگا جس سے بلند آواز سنائی دی: اَلَیْسَ اللّٰہ ...... اس کے بعد درود شریف کے حروف زبان پر تھے۔

اگلے روز جمعہ تو انہوں نے بھی پکی مسجد میں پڑھا مگر ہم کو کسی نے پوچھا تک نہیں۔ صرف جمعہ کے بعد میری طرف اشارہ ایک دوسرے سے یہ باتیں کرنے لگے کہ اب یہ تو مرزائی ہوگیا ہے امام کس کو بنائیں؟ ایک نے کسی کا نام لیا اور دوسرے نے اس پر چوری کا الزام لگایا۔ دوسرے نے کسی اور کا نام لیا تیسرے نے اس پر کوئی اور الزام لگایا۔ اسی طرح کرتے ہوئے وہ مسجد سے چلے گئے۔

❁ حضرت حافظ محمد حسین صاحب مزید بیان فرماتے ہیں کہ چوہدری رستم علی کی تدفین کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مسیح موعود کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ جب حضور دعا کر رہے تھے تو خاکسار کو حضرت اقدس کا چہرہ مبارک دکھائی دیا اور فرمانے لگے کہ محمود کے آجکل بہت دشمن ہیں مگر خدا کے فرشتے ہر وقت ان کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ ضرورت کے وقت تو بیشمار ہوتے ہیں مگر پانچ فرشتے ہر وقت ہمراہ ہوتے ہیں۔ اتنے میں حضور دعا سے فارغ ہوگئے اور مجھ سے بھی وہ حالت جاتی رہی۔

❁ حضرت حکیم عبد الصمد صاحب کی بیٹی 1947ء کی ہجرت کے ضمن میں تحریر کرتی ہیں کہ جب قادیان کے حالات زیادہ خراب ہوئے تو لوگوں کو محفوظ مقامات پر لے جایا گیا اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی ہدایت پر ابا جان کو دار المسیح میں ٹھہرایا گیا۔ مجھے وہ منظر خوب یاد ہے جب ابا جان دعائیں پڑھتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے تو چاروں طرف سکھ تھے۔ آپ دعائیں پڑھتے ہوئے آگے چل رہے تھے اور ان کے پیچھے ہم سب یعنی پانچ بہنیں، بھابھی اور دو ہماری ماموں زاد بہنیں تھیں۔ اس طرح ہمارا سکھوں کے درمیان سے نکلنا معجزہ سے کم نہ تھا۔

پھر جس ٹرک میں ہم سوار ہوئے اس میں حضرت پیر منظور محمد صاحب (قاعدہ یسرنا القران والے) بھی تھے۔ کانوائے (قافلہ) حرکت میں آیا تو انہوں نے ''بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا'' پڑھنا شروع کیا اور تمام راستے یہ الفاظ ان کے ورد زبان رہے۔ کئی مقامات خطرے کے آئے مگر اللہ تعالیٰ نے تمام خطرے ٹالے۔ کانوائے نہر کی پٹڑی پر چل رہا تھا۔ دوسری طرف سکھوں کے فوجی مورچہ جمائے ہوتے تو ایک جیپ میں سوار فوجی لوگوں کو کہتا جاتا کہ ٹرک میں لیٹ جاؤ خطرہ ہے۔ جب خطرہ ٹل جاتا تو پھر وہ کہتا اب بیشک بیٹھ جاؤ۔ ٹرک خراب ہو جاتا تو وہ تمام کانوائے کو روک دیتا۔ جب ٹرک ٹھیک ہو جاتا تو ساتھ لے کر چلتا۔ شام کو ہم لاہور میں پہنچ گئے تو خوشی سے نعرہ تکبیر بلند ہوئے۔ جودھامل بلڈنگ پہنچتے پہنچتے ہم کو رات ہوگئی۔ صبح کو حضور کو اطلاع دی گئی کہ حکیم صاحب بھی معہ بچوں کے اس کانوائے میں آگئے ہیں تو حضور خوش ہوئے۔ حضرت اماں جان نے مسکرا کر فرمایا کہ لڑکیو زندہ سلامت آ گئیں؟ ہم نے جواب دیا آپ دعائیں جو بہت کر رہی تھیں۔

❁ مکرم ڈاکٹر لعل محمد تحریر کرتے ہیں کہ غالباً 1929ء کے جلسہ سالانہ کے بعد میں لکھنؤ واپس جانے کے لئے قادیان کے سٹیشن پر ریل میں بیٹھا تھا کہ دیکھا کہ حضرت مولانا شیر علی صاحب ایک مٹکا ہاتھوں میں اٹھائے گاڑی کے ڈبوں میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔ میرے والے ڈبے کے سامنے آ کر آپ نے پوچھا کہ کوئی لکھنؤ جانے والے صاحب بھی ہیں۔ میں نے فوراً عرض کیا: میں جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ گھی میرے لڑکے عبد الرحمٰن کو دے دینا، وہ لکھنؤ میں ASC میں پڑھتا ہے۔ میں نے مٹکا لے لیا۔ حضرت مولوی صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے فرمایا: میں آپ کے بخیر و عافیت پہنچنے کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اجتماعی دعا کے بعد آپ نے کہا: آپ سفر پر جا رہے ہیں، اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

اسی روز چار بجے سہ پہر کے قریب امرتسر سے میں دوسری گاڑی میں سوار ہوا۔ رات بارہ بجے کے قریب کلرک گنج سٹیشن سے پہلے یکایک دھماکہ ہوا اور یوں معلوم ہونے لگا کہ گویا کوئی پل ٹوٹ گیا ہے اور گاڑی بڑی تیزی کے ساتھ نیچے کی طرف جا رہی ہے۔ سارے مسافر گھبرا گئے۔ میں نے درود شریف پڑھنا شروع کردیا۔ چند ہی سیکنڈ میں گاڑی رک گئی۔ گارڈ چیخ چیخ کر مسافروں کو نیچے اترنے کی ہدایت کرنے لگا۔ میں جلدی میں کھڑکی کے راستہ سے نیچے اترا تو معلوم ہوا کہ ہماری گاڑی کی ایک مال گاڑی سے ٹکر ہوگئی ہے اور چیخ وپکار پڑی ہوئی ہے۔ سامنے کا ڈبہ اپنے سے اگلے ڈبہ میں گھسا ہوا ہے۔ دونوں ڈبوں کے تختے ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے اور ایک مسافر ان میں پھنسا ہوا تڑپ رہا تھا۔ مجھے اپنے سامان اور حضرت مولوی صاحب کے مٹکے کا خیال آیا۔ دیکھا تو حیرت ہوئی کہ گھی کا مٹکا (جس میں 6-7 سیر کے قریب گھی تھا) جوں کا توں اپنی جگہ پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور دل میں سوچا کہ یہ حضرت مولوی صاحب کی دعا کا کرشمہ تھا کہ گھی کا یہ مٹکا اور اس مٹکے کے طفیل میں بچ رہا۔ پھر دوسری گاڑی میں سوار ہو کر ہم بخیریت لکھنؤ پہنچ گئے۔

❁ حضرت مولانا محمد حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ سخت جنگ کے دنوں میں ایک دن ہم جہاز میں کام کر رہے تھے کہ حکم آیا کہ یہ جہاز مع کام کرنے والوں کے بغداد بھیج دیا جائے۔ میرے ساتھیوں نے یہ سنتے ہی رونا شروع کردیا مگر میں نے نفل پڑھنے شروع کردیئے۔ جہاز کی روانگی کا دو مرتبہ وسل ہوچکا تھا کہ جنرل صاحب کی طرف سے فون آیا کہ ان کے معائنہ کے بغیر جہاز روانہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچے۔ ہم فِٹر ساحل پر کھڑے ہو کر معائنہ ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ جب معائنہ ہوگیا تو جنرل صاحب نے جہاز کے کپتان سے ہمارے بارہ میں پوچھا کہ یہ فِٹر کنارہ کے ہیں یا پانی کے؟ اس نے جواب دیا: کنارہ کے۔

باقی صفحہ 3 پر

مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الاول

حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی کے اسفار

﴿قسط اول﴾

پہلا سفر

1853ء میں جب کہ آپ کی عمر 12 برس کی ہوئی آپ کے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کے پاس لاہور آنا پڑا جنہوں نے کابلی مل کی حویلی میں مطبع قادری کھول رکھا تھا۔ یہاں آ کر آپ نے منشی محمد قاسم کشمیری سے فارسی زبان پڑھنی شروع کی وہ آپ کو بڑی محبت سے مضمون لکھ کر دیتے اور حضرت مولوی صاحب سے لکھواتے خوشخطی کے استاد امام ویردی مقرر ہوئے قیام لاہور کے اس زمانہ میں آپ کو لاہور کے مشہور حکیم اللہ دین صاحب لاہور سے بھی نیاز حاصل ہوا دو سال لاہور میں قیام کے بعد آپ بھیرہ واپس آ گئے۔

راولپنڈی نارمل سکول

قریباً 1858ء میں جب کہ آپ کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی آپ نے نارمل سکول راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے نارمل سکول سے آپ نے امتحان اس درجہ نمایاں کامیابی سے پاس کر لیا کہ آپ پنڈ دادنخان کے انگریزی سکول کے ہیڈ ماسٹر بنا دیئے گئے۔

پنڈ دادنخاں میں قیام

تحصیل جہلم میں دریائے جہلم کے تھوڑے سے فاصلہ پر پنڈ دادنخاں کا قصبہ آباد ہے۔ جہاں ورنیکلر مڈل سکول میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول چار سال تک ہیڈ ماسٹر رہے جس کے بعد آپ نے از خود ہیڈ ماسٹری سے استعفیٰ دے دیا۔

دوسرا سفر لاہور

ملازمت کو خیرباد کہنے کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپ کو تعلیم عربی کی تکمیل کے لئے تاکید فرمائی مزید تعلیم کے لئے آپ کے بھائی آپ کو لاہور لائے اور آپ کو حکیم محمد بخش صاحب اور چند اور اساتذہ کے سپرد فرمایا۔

سفر رامپور

آپ ایک لمبے سفر پر محض علم کے حصول کے لئے لاہور سے نکل کھڑے ہوئے آپ کے ساتھ دو اور طالب علم بھی تھے آپ کا اصل ارادہ رامپور جانے کا تھا جو ان دنوں مشرقی علوم کا مرکز تھا۔ رامپور میں آپ کی ملاقات مولوی حافظ عبدالحق صاحب سے ہوئی جو کہ بڑی مروت اور محبت سے پیش آئے انہوں نے طلباء کے قیام طعام بلکہ کتابوں تک کی فراہمی کی ذمہ واری اٹھا لی اور استادوں کی بھی۔ چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں سمیت انہی کی مسجد میں مقیم ہو گئے جہاں آپ کا تین سال تک قیام رہا۔

سفر مرادآباد

رامپور میں دوپہر اور رات کو جاگ کر سبق پڑھنے اور دن رات مطالعہ میں منہمک رہنے کی وجہ سے آپ کو بے خوابی کا مرض لاحق ہو گیا آپ رامپور سے مرادآباد چلے گئے جہاں ایک صاحب عبدالرشید بنارسی سے آپ کی ملاقات ہو گئی جنہوں نے ڈیڑھ مہینہ تک آپ کی بے حد خدمت کی حتی کہ آپ اس عارضہ سے بکلی شفایاب ہو گئے۔

لکھنؤ میں آمد

بحالی صحت کے بعد آپ نے لکھنؤ کا قصد کیا راستہ میں کانپور میں اپنے بھائی کے ایک دوست عبدالرحمٰن خان مالک مطبع نظامی کے پاس ٹھہرے انہوں نے حکیم علی حسین صاحب لکھنوی کی بہت تعریف کی اور دوسرے دن گاڑی میں سوار کر کے لکھنؤ روانہ کر دیا۔ لکھنؤ آپ کس حالت میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعلیم اور رہائش کے لئے کس طرح غیبی سامان فرمائے یہ نہایت درجہ ایمان پرور اور رُوح افزا حالات ہیں آپ لکھنؤ میں مختلف علماء سے ملے اور عجیب عجیب باتیں سننے میں آئیں آخر آپ کے بھائی صاحب کے ایک دوست علی بخش خان نے آپ کو ایک مکان دیا اور وہاں کھانے کا انتظام آپ کو خود کرنا پڑا جو کہ ایک مشکل تجربہ تھا جو کہ آپ کے لئے ناممکن تھا چنانچہ آپ نے ان الفاظ میں دعا کی ”اے مولیٰ کریم ایک نادان کے کام سپرد کرنا اپنے بنائے ہوئے رزق کو ضائع کرنا ہے یہ کس لائق ہے جس کے سپرد روٹی پکانا کیا گیا ہے۔“ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور قیام وطعام کا بہترین انتظام ہو گیا وہاں پر حکیم صاحب نے آپ سے دریافت فرمایا طب کہاں تک پڑھنا چاہتے ہو تو آپ نے فرمایا افلاطون کے برابر۔ لکھنو میں آپ نے مولوی فضل اللہ فرنگی محل سے پڑھائی شروع کی۔ لکھنؤ کے زمانہ قیام میں آپ کو شیعہ حضرات کے عقائد واعمال کو قریب سے دیکھنے اور سننے کا بڑا اتفاق ہوا۔

رامپور میں دوبارہ ورود

لکھنؤ سے آپ حکیم علی حسن صاحب کے ہمراہ رامپور چلے گئے اور دوبارہ حافظ عبدالحق صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور محلّہ پنجابیاں کے لوگ بدستور آپ سے بہت مروت کرتے رہے۔ حضرت مولوی صاحب دو برس تک حکیم صاحب کے پاس رہے اور بمشکل قانون بوعلی سینا کا عملی حصہ ختم کیا اور سند حاصل کرنے کے بعد ان سے اجازت چاہی کہ عربی کی تکمیل اور حدیث پڑھنے کیلئے جانا ہے۔ انہوں نے میرٹھ اور دہلی جانے کا مشورہ دیا۔

سفر میرٹھ

آپ جب میرٹھ پہنچے تو حافظ احمد علی صاحب سہارنپوری کلکتہ چلے گئے اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی باغیوں کو روپیہ پہنچانے کے مقدمہ میں ماخوذ تھے اس طرح دونوں سے ایک حرف تک پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا گو ایک دوسرے وقت میں آپ نے حافظ صاحب سے پھر بھی کچھ استفادہ کیا مگر مولوی نذیر حسین صاحب سے تو بالکل کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

بھوپال میں پہلی مرتبہ آمد

میرٹھ اور دہلی میں جب آپ کو حصول تعلیم میں کامیابی نہ ہوئی تو آپ ریاست بھوپال کی طرف روانہ ہو گئے۔ گوالیار پہنچے تو حضرت سید احمد بریلوی کے مخلصین میں سے ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی ان کی صحبت سے آپ کو ایسی خوشی ہوئی کہ وہیں رہ پڑے۔ گوالیار میں چند دن قیام کے بعد آپ ایک ساتھی محمود نامی افغان کے ساتھ آگے روانہ ہوئے۔ یہ سفر نہایت کٹھن تھا پاؤں زخمی اور ماندہ ہو گئے تھک کر چھاؤنی گونہ نامی ایک ویران مسجد میں شب باش ہوئے جب آپ بھوپال میں پہنچے تو شہر کے باہر ایک سرائے میں اپنا اسباب رکھ کر اپنے ہمراہ صرف ایک روپیہ لے کر شہر کے اندر داخل ہوئے آٹھ آنے کا ایک وقت کا کھانا کھایا اور جو اٹھنی باقی بچی تھی وہ کہیں گر گئی۔ آپ کی ملاقات منشی جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال سے ہوئی جنہوں نے توشہ خانہ میں رہنے کو ایک کمرہ دے دیا اور قیم کتب خانہ کو کہہ دیا کہ جو کتاب آپ پڑھنا چاہیں آپ کو مت روکیں اس کے بعد آپ نے حضرت مولوی عبدالقیوم صاحب سے جو ایک باخدا بزرگ وعالم تھے صحیح بخاری اور ہدایہ پڑھنا شروع کیا اور ایک مدت تک سبق جاری رکھا آخر آپ نے حرمین شریفین کا ارادہ کیا بھوپال سے رخصتی کے وقت آپ نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس سے میں ہمیشہ خوش رہوں آپ نے فرمایا کہ ”نخدا بننا نہ رسول“۔

حرمین شریفین کے لئے سفر

آپ جب دیار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روانہ ہوئے تو بعض روایات کے مطابق آپ کی عمر 24، 25 سال کے لگ بھگ تھی گویا عین عنفوان شباب تھا شمسی حساب سے 66-1865ء ہو گا۔ بھوپال سے الوداع ہو کر آپ بُرھان پور اسٹیشن پر اترے۔ جہاں آپ کی ملاقات مولوی عبداللہ سے ہوئی۔ یہاں سے آپ بمبئی کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ کی ملاقات مولوی عنایت اللہ نامی ایک بزرگ سے ہوئی۔

بمبئی سے روانگی

بمبئی سے روانگی کے وقت آپ کو اپنے وطن کے پانچ آدمی حج کو جاتے ہوئے مل گئے جن کے باعث آپ کو جہاز میں بڑا آرام ملا جہاز بندرگاہ حدیدہ میں لنگر انداز ہوا آپ یمنی علماء سے ملاقات کے لئے حدیدہ سے مراعہ پہنچے الغرض یمن کے وسطی حصہ کے حالات کا بچشم خود مطالعہ کرنے کے بعد آپ حدیدہ سے بذریعہ جہاز جدہ پہنچے اور جدہ سے بالآخر مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین میں داخل ہوئے راستہ میں خدائی نصرت وغیبی مدد کے نظارے آئے جن کی تفصیل آپ کی سوانح عمری میں موجود ہے۔

مکہ معظّمہ میں پہلی بار

مکہ معظّمہ میں ایک بزرگ محمد حسین صاحب سندھی رہا کرتے تھے آپ ان کے مکان پر اترے انہوں نے اپنا بیٹا آپ کے ساتھ کر دیا کہ آپ کو طواف القدوم کرا دے۔ طواف کرتے ہوئے آپ نے پہلے حجر اسود کی طرف جا کر تکبیر وکلمہ کہا اور اسے بوسہ دیا پھر دائیں دروازے سے ہو کر سات بار خانہ کعبہ کے گرد چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعت نماز ادا کی آپ کو ایک دوسرے موقعہ پر یہ خصوصیت بھی حاصل ہوئی کہ آپ نے خانہ کعبہ کا طواف ایسے وقت میں کیا جب کہ کوئی اور طواف نہیں کر رہا تھا۔

مکہ معظّمہ میں آپ نے جن اکابر علماء وفضلاء سے حدیث پڑھی ان کے نام یہ ہیں۔

1۔ شیخ محمد خزرجی (نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

2۔ شیخ الحدیث سید حسین صاحب (صحیح مسلم شریف)

3۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی (موطا)

مکہ میں حضرت مولانا نورالدین نہ صرف پڑھتے رہے بلکہ اپنے علم سے دوسروں کو بھی مستفید فرماتے رہے چنانچہ انہی ایام میں آپ مولوی ابو الخیر صاحب دہلوی کو فقہ کی کتاب ”درمختار“ پڑھاتے رہے۔ مکہ میں آپ کو بعض بڑے افسوس ناک واقعات بھی پیش آئے جن کا آپ نے تفصیل سے سوانح عمری میں ذکر فرمایا ہے۔

سفر مدینہ طیبہ

مکہ معظّمہ میں پہلی مرتبہ آپ کا قیام ڈیڑھ برس تک ہو چکا تھا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے نیاز حاصل ہو گئے اور آپ نے ان سے فیض صحبت

اٹھانے کے لئے مدینہ طیبہ کا قصد کرلیا۔ مدینہ پہنچتے ہی آپ شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ کو ایک علیحدہ حجرہ رہنے کے لئے دے دیا۔ حضرت شاہ صاحب مدینہ میں بخاری شریف۔ترمذی شریف۔مثنوی مولانا روم۔قشیریہ کا درس دیا کرتے تھے۔

قیام مدینہ کا اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ آپ کو اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ عبدالغنی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس صحیح احادیث کا راوی بننے کا شرف حاصل ہوا حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول نے نہ صرف یہ احادیث خود یاد کیں بلکہ ان کو اپنے بعض شاگردوں تک بھی پہنچایا جن میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب اور حضرت حافظ روشن علی صاحب بھی شامل ہیں۔

مکہ معظّمہ میں دوسری بار

مدینہ میں کچھ عرصہ گزار کر حضرت مولوی نورالدین صاحب مدینہ سے دوبارہ عازم مکہ ہوئے یہ 69-1868ء کی بات ہے اور یہ حج کے مہینے تھے آپ ''کداء'' مقام سے مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ قبل ازیں ایک حج کر چکے تھے اس سال آپ دوسری دفعہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

مکہ معظّمہ سے وطن مراجعت

دیار حبیب کے فیوض برکات سے مالا مال ہوکر اور دوبارہ شرف حج حاصل کرکے آپ مکہ معظّمہ سے جدہ اور جدہ سے بذریعہ جہاز بمبئی پہنچے بمبئی سے آپ ریل پر سوار ہوکر دہلی آئے جہاں سے آپ لاہور تشریف لائے۔ دور دراز ممالک ہند وعرب کے طویل اور تھکا دینے والے سفر اختیار کرنے اور طبی اور دینی علوم کی تکمیل کے بعد آخر اپنے وطن بھیرہ تشریف لائے یہ وسط 1871ء کا ذکر ہے جب کہ آپ کی عمر مبارک تیس سال کے لگ بھگ ہوچکی تھی آپ نے بھیرہ آتے ہی قرآن وحدیث کے درس وتدریس کا سلسلہ جاری کردیا۔

سفر لاہور

منشی جمال الدین صاحب مدارالمہام ریاست بھوپال کو ملنے آپ لاہور تشریف لائے حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی بھی آپ کے ساتھ تھے بھوپال جانے کا قصد تھا لیکن اس اثناء میں آپ کے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کا انتقال ہوگیا اس لئے آپ سفر ملتوی کر کے واپس بھیرہ تشریف لے آئے۔

لارڈ ڈلٹن کا دربار دہلی

یکم جنوری 1877ء کو وائسرائے ہند لارڈ ڈلٹن کا دربار دہلی میں ہوا اس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ جس کی تفصیل آپ کی سوانح عمری میں موجود ہے۔

بھوپال میں دوسری بار ورود

منشی جمال الدین کے ہمراہ دہلی سے بھوپال تشریف لے گئے منشی صاحب نے کچھ ماہانہ اپنے پاس سے اور دوسو روپیہ ریاست سے مقرر کر دیا اور کہا کہ لوگوں سے بھی فیس لے سکتے ہیں غرض آپ کا کچھ مدت تک بھوپال میں قیام رہا پھر آپ ریاست کی ملازمت چھوڑ کر واپس بھیرہ میں آگئے۔

ریاست جموں وکشمیر میں ملازمت کی تحریک

بھیرہ جو آپ کے چلے جانے سے بے رونق سا ہوگیا تھا آپ کی تشریف آوری سے دوبارہ آباد ہوگیا اور عوام پھر سے آپ کے طبی اور دینی کمالات سے فیضیاب ہونے لگے بھیرہ کے ایک ہندو لالہ متھرا داس صاحب جو آپ کے ہمسایہ تھے اور مہاراجہ کشمیر کے عہد میں پولیس افسر تھے آپ کے زیر علاج رہے اور شفا پائی جس کا دور دور شہرہ ہوا اسی اثنا میں وزیر اعظم کشمیر پنڈ دادنخاں سے گزرے اور انہیں بھی اس کامیابی کا علم ہوا واپس جا کر لالہ متھرا داس کے ماموں جوالہ سنگھ نے مہاراجہ صاحب سے آپ کے علم وفضل کا تذکرہ کیا یہ 1876ء کے قریب کا واقعہ ہے مہاراجہ صاحب نے لالہ متھرا داس ہی کو بھجوایا کہ مولوی صاحب کو جا کر بھیرہ سے لے آؤ۔

ریاست جموں وکشمیر میں ملازمت کا آغاز

آپ حضرت مولوی نورالدین صاحب جمونی اور لالہ متھرا داس کے ہمراہ جموں پہنچے اور دوسو روپے ماہوار لے کر ملازم ہوگئے کچھ عرصہ کے بعد یہ تنخواہ چار سو اور پھر پانچ سو روپے تک کردی گئی۔ ملازمت ریاست کے دوران مہاراجہ کی توقع کے مطابق ریاست کو بھاری فائدہ ہوا اور آپ کے قدم سے اس کی خوش نصیبی کے دن پلٹ آئے نجی طور پر بھی آپ نے مطب جاری رکھا جس سے عوام وخاص وسیع پیمانہ پر استفادہ کرتے تھے بے شمار لا علاج مریض آپ کے ہاتھوں شفایاب ہوئے۔

1879ء کے قریب کشمیر میں سخت قحط پڑا اور اس کے بعد ہیضہ کی خطرناک وباء پھوٹ پڑی اور ہزاروں لوگ لقمہ اجل ہوئے آپ نے اس وباء میں مخلوق خدا کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا جس سے آپ کو مہاراجہ صاحب نے نہایت قیمتی خلعت بطور انعام پیش کی۔ 81-1880ء میں راجہ پونچھ کو پیچش کی شدید مرض سے مخلصی ہوئی اور کئی سال تک وہ آپ کو خطیر رقم بطور شکریہ بھجواتے رہے۔ 1886ء میں راجہ پونچھ کے بیٹے کو زلزلوں سے دماغی خلل ہوگیا جس کا آپ نے ایسا کامیاب علاج کیا کہ راجہ پونچھ نے ہزاروں روپے دیئے بلکہ مہاراجہ جموں وکشمیر نے آپ کو سال بھر کی تنخواہ کے علاوہ مزید انعام دیا۔ ملازمت کے دوران آپ کی سعی وجدوجہد صرف طبی خدمات تک محدود نہیں تھیں بلکہ اس دور میں آپ نے تبلیغ واشاعت حق کی وسیع سرگرمیاں جاری رکھیں اور یہ زمانہ آپ کے لئے زبردست تربیتی اور علمی جہاد کا زمانہ تھا۔

پہلا سفر قادیان

حضرت مولانا نورالدین صاحب حضرت مسیح موعود کا پہلا اشتہار دیکھتے ہی پروانہ وار جموں سے قادیان پہنچے اور فراست وبصیرت کی باطنی آنکھ سے جو صرف صدیقوں کا خاصہ ہے۔ خدا کے اس برگزیدہ کو پہچان لیا یہ مارچ 1885ء سے کچھ پہلے کا زمانہ تھا۔ حضرت مسیح موعود ماموریت کے وقت سے یہی دُعا میں مصروف تھے کہ الٰہی دین کی خدمت کے لئے مجھے مددگار اور انصار عطا فرما۔ آپ کی دعائیں اور التجائیں عرش تک پہنچیں اور رب العزت نے کشمیر سے حضرت مولانا نورالدین جیسا عظیم الشان انسان بھیج دیا اور وہ خبر پوری ہوگئی کہ مہدی کے انصار کشمیر سے آئیں گے اس اعتبار سے حضرت مولوی صاحب کی آمد یقیناً ایک عظیم الشان نشان تھی۔

دوسرا سفر قادیان

اس اولین ملاقات کے جلد بعد ہی آپ دوبارہ قادیان تشریف لائے اور حضرت صاحب سے عرض کیا کہ آپ کی راہ میں مجاہدہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ مجاہدہ یہی ہے کہ عیسائیوں کے مقابل پر ایک کتاب لکھیں چنانچہ آپ نے فصل الخطاب دوجلدوں میں تحریر فرمائی جو کہ 88-1887ء میں شائع ہوئی۔

حضرت اقدس بنفس نفیس جنوری 1888ء میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی عیادت کے لئے جموں تشریف لائے اور تین دن آپ کے پاس قیام فرمایا۔

سفر لدھیانہ اور بیعت اولیٰ میں شرکت

حضرت مولوی صاحب حضور کے ارشاد کے تحت استخارہ کر کے لدھیانہ پہنچے جہاں 23 مارچ 1889ء کو بیعت اُولیٰ میں شامل ہوکر اول المبایعین ہونے کا شرف حاصل کیا حضرت مولانا نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ ''حضور نے جب میری بیعت لی تو میرا ہاتھ پہنچے سے پکڑا حالانکہ دوسروں کے ہاتھ اس طرح پکڑا جیسے مصافحہ کیا جاتا ہے پھر مجھ سے دیر تک بیعت لیتے رہے اور تمام شرائط بیعت پڑھوا کر اقرار لیا اس خصوصیت کا علم مجھے اس وقت نہیں ہوا مگر اب یہ بات کھل گئی۔

سفر لاہور ولدھیانہ

حضرت مولوی صاحب کو مہاراجہ جموں کے ہمراہ لاہور تشریف لانا پڑا مہاراجہ ابھی لاہور میں مقیم تھے کہ آپ حضرت مسیح موعود کی زیارت کے لئے لدھیانہ پہنچے اور 13/اپریل 1891ء کو لدھیانہ سے دوبارہ لاہور تشریف لائے جہاں آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے گفتگو کی اور دوبارہ لدھیانہ تشریف لے گئے جہاں 18/اپریل تک قیام فرمایا اور پھر اپنے اہل بیت کو لے کر 19/اپریل 1891ء کو لاہور اور لاہور سے جموں پہنچ گئے۔

سفر قادیان

حضرت مسیح موعود نومبر 1891ء میں سفر دہلی اور لدھیانہ وپٹیالہ سے واپس تشریف لائے تو حضور نے حضرت مولوی نورالدین صاحب اور دوسرے مخلصین جماعت کو قادیان بلوایا چنانچہ حضرت مولوی صاحب بھی اپنے آقا کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے جموں سے سیالکوٹ آئے رات کو ایک سرائے میں قیام کیا اور دوسرے دن قادیان کے لئے روانہ ہوگئے۔

پہلے جلسہ قادیان میں شمولیت

27 دسمبر 1891ء کو بعد نماز ظہر بیت اقصیٰ قادیان میں سب سے پہلا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں 75 رفقاء احمد شامل ہوئے ان میں سب سے ممتاز حضرت مولوی نورالدین صاحب تھے اس کے بعد حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آنے والے ہر سالانہ جلسہ میں آپ اپنی امتیازی شان کے ساتھ موجود رہے۔

سفر لاہور اور لیکچر

31 جنوری 1892ء کو جب حضرت مسیح موعود اہل لاہور پر اتمام حجت کے لئے لاہور میں تشریف فرما تھے حضرت مولوی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر تھے جہاں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں حضرت مسیح موعود کی تقریر کے بعد حضور کے ارشاد پر آپ نے بھی مختصر خطاب فرمایا۔

بقیہ از صفحہ 1: قبولیت دعا

جنرل صاحب نے کہا صرف پانی کے فٹر اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ چنانچہ ہمیں وہیں ساحل پر ہی چھوڑ دیا گیا اور پانی کے فٹر بلائے گئے جنہیں لے کر جہاز روانہ ہوگیا۔ رات دو بجے کے قریب اطلاع آئی کہ دشمن نے جہاز غرق کر دیا ہے اور ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچ سکا۔

❁ حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوری صاحب بیان کرتے ہیں کہ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب وکیل کا تار آیا کہ 1955ء کے سیلاب کی طرح ہمارے گاؤں میں بھی اب سیلاب آنے والا ہے، دعائے خاص کی ضرورت ہے۔ میں نے ایک دو دن دعا کی تو (-) ہوا......یعنی پہلے کی طرح ان کا گاؤں انشاء اللہ بچایا جائے گا۔ الحمدللہ کہ آج 10-09-57 کو ان کا خط موصول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محفوظ رکھا۔